تحفظِ انسانیت اور علمائے اہل حدیث

(بموقع پینتیسویں آل انڈیا اہل حدیث کانفرنس بعنوان: ”احترام انسانیت اور مذاہبِ عالم“

بتاریخ: ۹ و ۱۰ نومبر ۲۰۲۴ء بروز سنیچر و اتوار۔ باہتمام: مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند)

جمشید عالم عبد السلام سلفؔی

(استاذ: المعہد الاسلامی انوار العلوم گنجہڑا، سدھارتھ نگر)

الحمد لله رب العالمين والصلاة والسلام علىٰ خير خلقه محمد وعلىٰ آله وصحبه أجمعين ومن تبعهم بإحسان إلىٰ يوم الدين، أمابعد :

اس وقت دنیا بھر میں انسانیت کو جو خطرات درپیش ہیں اور تحفظ و احترامِ انسانیت کی جس قدر پامالیاں ہو رہی ہیں، اہل علم و دانش سے مخفی نہیں۔ سماجی عدم مساوات اور انسانی حقوق کی خلاف ورزیوں کے عام مظاہر کا سامنا آئے دن ہم کرتے رہتے ہیں۔ ایسے وقت میں مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند کی یہ تاریخی کانفرنس بعنوان ”احترامِ انسانیت اور مذاہب عالم“ وقت کی ایک اہم ضرورت تھی اور قوی امید ہے کہ اس کانفرنس کے ذریعہ تحفظ و احترامِ انسانیت سے متعلق اسلام کے صاف و شفاف دوٹوک موقف کو ہم اہلِ وطن کے سامنے پیش کرنے میں کامیاب ہوں گے اور تمام طبقات میں تحفظ و احترامِ انسانیت کو فروغ حاصل ہو گا۔ ان شاء اللہ

انسانیت کو جو رِفعت و بلندی اسلام نے عطا کی ہے اس کی نظیر مذاہبِ عالم میں ملنی مشکل ہی نہیں ناممکن ہے۔ اسلام نے سماج کے ہر طبقے کو تحفظ عطا کیا ہے، بحیثیت انسان ہر ایک کے حقوق کو تسلیم کیا ہے اور بلا تفریق مذہب و ملت ہر ایک کے جان و مال اور عزت و آبرو کی حفاظت کو ضروری قرار دیا ہے۔

اسلام میں کسی کو ناحق تکلیف و نقصان پہنچانے اور دوسرے کی جانب سے تکلیف و نقصان اٹھانے کا کوئی تصور ہی نہیں ہے۔ نبی رحمت ﷺ نے یہ جامع اصول اور قاعدہ بیان فرمادیا ہے کہ:

((لَا ضَرَرَ وَلَا ضِرَارَ)) ”نہ ضرر اٹھانا جائز ہے اور نہ ضرر پہنچانا جائز ہے۔“ [سنن ابن ماجہ: ۲۳۴۰، سنن دار قطنی (۴/۲۲۸) موطأ امام مالک: ۲۱۷۱، مسند احمد: ۲۸۶۵، سلسلۃ الأحادیث الصحیحۃ: ۲۵۰]

اسلام نے انسانیت کے تحفظ و احترام کا جو تصور پیش کیا ہے، اس کی عظمت و اہمیت کا اندازہ اس بات سے لگائیں کہ قرآن کریم نے بغیر کسی وجہ کے ایک فرد کے قتل کو تمام انسانیت کے قتل کے مُتَرَادِف قرار دیا ہے اور ایک جان کے بچانے کو پوری انسانیت کو بچانے سے تعبیر کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿مَن قَتَلَ نَفْسًا بِغَيْرِ نَفْسٍ أَوْ فَسَادٍ فِي الْأَرْضِ فَكَأَنَّمَا قَتَلَ النَّاسَ جَمِيعًا وَمَنْ أَحْيَاهَا فَكَأَنَّمَا أَحْيَا النَّاسَ جَمِيعًا ﴾ ”جس نے کسی ایک جان کو کسی جان کے (بدلے کے) بغیر یا زمین میں فساد کے بغیر قتل کیا تو گویا اس نے تمام لوگوں کو قتل کیا اور جس نے اسے زندہ کیا تو گویا اس نے تمام لوگوں کو زندہ کیا۔“ [المائدۃ:۳۲]

اسی طرح اسلام میں کسی معاہد، ذمی یا مستامن یعنی مسلمانوں کی جانب سے پروانۂ امن دیے گئے شخص کا خون بہانا بھی جائز نہیں ہے، کیوں کہ ان کی جان و مال کی حفاظت کی ذمہ داری مسلمانوں پر ہوتی ہے۔ پیغمبر عالم ﷺ نے فرمایا:

((مَنْ قَتَلَ مُعَاهَدًا لَمْ يَرِحْ رَائِحَةَ الْجَنَّةِ، وَإِنَّ رِيحَهَا تُوجَدُ مِنْ مَسِيْرَةِ أَرْبَعِينَ عَامًا)) ”جس نے کسی معاہد کو قتل کیا وہ جنت کی بو نہیں پا سکتا، حالاں کہ اس کی خوشبو چالیس سال کی دوری سے محسوس کی جائے گی۔“ [صحیح بخاری:۳۱۶۶]

اسلام امن و امان کا ضامن، عفت و عصمت کا محافظ، آپسی الفت و محبت کا داعی اور رحمت و راحت کا دین ہے، یہاں نفرت و تشدد، عداوت و دشمنی، کینہ و کپٹ اور دہشت گردی کا کوئی تصور ہی نہیں ہے۔ اسلام صرف انسانی جان و مال اور عزت و آبرو کا محافظ ہی نہیں ہے، بلکہ یہ چرند و پرند اور حیوانات و

جمادات کے حقوق کا بھی نگہبان ہے۔کتاب و سنت میں اس کی بے شمار نظیریں ملتی ہیں، نبی رحمت ﷺ کی احادیث اور حالات زندگی نیز صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کی زندگی سے اس کی لاتعداد مثالیں پیش کی جاسکتی ہیں۔

تحفظ و احترامِ انسانیت کا اس سے بڑا تصور اور عملی اقدام کیا ہو سکتا ہے کہ قرآن کریم نے پوری ذریتِ انسانی کو ایک ہی ماں باپ کی اولاد قرار دے کر انھیں ایک ہی لڑی میں پرو دیا ہے، اس لیے اسلام کی نظر میں انسان ہونے میں تمام انسان برابر ہیں۔ کسی خاص قوم، قبیلے یا ملک میں پیدا ہونے کی وجہ سے، یا کسی رنگ، نسل یا زبان کی وجہ سے کسی کو کسی پر کوئی برتری حاصل نہیں ہے، کیوں کہ سب کی اصل ایک ہے اور سب ایک ہی ماں باپ سے پیدا کیے گئے ہیں۔ اللہ رب العزت نے فرمایا:

﴿يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنَّا خَلَقْنَاكُم مِّن ذَكَرٍ وَأُنثَىٰ وَجَعَلْنَاكُمْ شُعُوبًا وَقَبَائِلَ لِتَعَارَفُوا ۚ إِنَّ أَكْرَمَكُمْ عِندَ اللَّهِ أَتْقَاكُمْ ۚ إِنَّ اللَّهَ عَلِيمٌ خَبِيرٌ﴾ ”اے لوگو! بے شک ہم نے تمھیں ایک نر اور ایک مادہ (یعنی آدم و حوا علیہما السلام) سے پیدا کیا اور ہم نے تمھیں قومیں اور قبیلے بنا دیا، تا کہ تم ایک دوسرے کو پہچانو، بے شک تم میں سب سے عزت والا اللہ کے نزدیک وہ ہے جو تم میں سب سے زیادہ تقویٰ والا ہے، بے شک اللہ سب کچھ جاننے والا، پوری خبر رکھنے والا ہے۔“ [الحجرات:۱۳]

سسکتی، بلکتی، کراہتی اور دم توڑتی ہوئی انسانیت کو اگر کسی نے حیاتِ نو سے ہمکنار کیا ہے، تو وہ مذہبِ اسلام ہے۔ چناں چہ جس وقت نبی رحمت محمد رسول اللہ ﷺ کی بعثت ہوئی، پوری دنیا کفر و شرک، جہالت و ضلالت اور غیر انسانی اعمال و افعال کے دلدل میں گلے تک دھنسی ہوئی تھی، خود عرب کے بعض قبائل قتلِ اولاد کے غیر انسانی فعل کے مرتکب تھے۔ قرآن مجید نے انسانیت کو شرم سار کرنے والے اس فعلِ شنیع پر قدغن لگاتے ہوئے حکم صادر کیا کہ:

﴿وَلَا تَقْتُلُوا أَوْلَادَكُمْ خَشْيَةَ إِمْلَاقٍ ۖ نَّحْنُ نَرْزُقُهُمْ وَإِيَّاكُمْ ۚ إِنَّ قَتْلَهُمْ كَانَ خِطْئًا كَبِيرًا﴾ ”اور اپنی اولاد کو مفلسی کے ڈر سے قتل نہ کرو، ہم ہی انھیں رزق دیتے ہیں اور تمھیں بھی۔ بے شک ان کا قتل ہمیشہ سے بہت بڑا گناہ ہے۔“ [الإسراء:۳۱]

صنفِ نازک کو اسلام ہی نے قعرِ مذلّت سے نکال کر عزت و سربلندی کے مقام پر فائز کیا، جسے دنیا اپنے پاؤں کی جوتی سمجھتی تھی اور اس کے ساتھ غیر انسانی سلوک کو روا سمجھتی تھی اسلام نے عورت کو اس پستی سے نکالا اور اسے عزت و وقار بخشا۔ ماں کی صورت میں اسے حسن سلوک کا سب سے زیادہ مستحق قرار دیا اور جنت کا حصول اس کی خدمت و فرماں برداری کے بغیر مشکل بنا دیا۔ بہن اور بیٹی کی صورت میں اس کے ساتھ حسن سلوک کرنے اور

اسے بہترین تعلیم وتربیت سے آراستہ کرنے پر جنت کی بشارت دی۔ اور صالح بیوی ہونے کی صورت میں اسے دنیا کی سب سے بہترین پونجی قرار دیا۔ مذہبِ اسلام نے اسی پر بس نہیں کیا بلکہ اس مجبور و مظلوم اور مقہور صنف نازک کو خود کفیل بنانے کے لیے باضابطہ وراثت میں ان کا حصہ متعین کیا اور ماں، بہن، بیٹی اور بیوی کے حقوق کو پوری صراحت کے ساتھ واضح کیا۔

ہمارے سماج اور معاشرے کا ایک اور دبا کچلا طبقہ غلاموں کا تھا، جس کے ساتھ ہر طرح کا غیر انسانی سلوک روا رکھا جاتا تھا، جس طرح سے آج منڈیوں میں بھیڑ، بکرے، بیل اور گائے خریدے و بیچے جاتے ہیں، ٹھیک اسی طرح اس زمانے میں غلاموں اور لونڈیوں کی منڈی لگتی تھی، جہاں انھیں خریدا اور بیچا جاتا تھا، چوں کہ ان کی نہ تو کوئی حیثیت ہوتی تھی اور نہ ہی وقعت، اسی لیے ان کا آقا جس طرح سے چاہتا ان کے ساتھ سلوک کرتا تھا، مذہبِ اسلام نے اس غیر انسانی سلوک پر سرزنش کی اور ان کو ان کا حق دیا۔ دنیا سے رخصت ہوتے وقت نبی کائنات ﷺ کی آخری وصیت نماز قائم کرنے اور غلاموں کے ساتھ اچھا سلوک کرنے سے متعلق تھی۔

تحفظ واحترامِ انسانیت سے متعلق دورِ نبوی کا ایک واقعہ آبِ زر سے لکھے جانے کے لائق ہے۔ محسنِ انسانیت کی انسانیت نوازی اور حسن سلوک سے متاثر ہو کر جب یمامہ کے سردار ثمامہ بن اثال رضی اللہ عنہ دائرۂ اسلام میں داخل

ہوئے تو انھوں نے یہ اعلان کر دیا کہ اللہ کی قسم! اب مکہ والوں کے پاس یمامہ سے گیہوں کا ایک دانہ بھی اس وقت تک نہیں بھیجا جائے گا جب تک کہ نبی کریم ﷺ اجازت نہ دے دیں۔ اہل مکہ کی غذائی ضرورتیں یمامہ ہی سے پوری ہوتی تھیں وہ یہ سن کر کانپ گئے کہ اب تو انھیں شدید غذائی قلت سے دوچار ہونا پڑے گا اور وہ بھوک مری کا شکار ہو جائیں گے، جو یقیناً ایک غیر انسانی فعل تھا، انسانیت کا تقاضا تھا کہ انھیں اس سے محروم نہ رکھا جائے۔ جب نبی کریم ﷺ کو ان کے اس ارادے کا علم ہوا تو آپ نے انھیں ایسا کرنے سے کلی طور پر منع فرما دیا۔ غور کریں کہ یہ وہی کفار مکہ تھے، جنھوں نے آپ اور آپ کے ساتھیوں کو تین برسوں تک شعبِ ابی طالب میں محصور رکھا، غیر انسانی عمل اور ظلم و زیادتی کے ذریعہ مسلمانوں کا جینا دوبھر کر کے انھیں وہاں سے نکلنے پر مجبور کر دیا، آپ اور اہلِ ایمان کو سخت اذیتیں پہنچائیں اور وہ ہمہ وقت آپ اور تمام مسلمانوں کو صفحۂ ہستی سے مٹانے کے درپے رہے، موقع تھا کہ ان سے بدلہ لیا جاتا اور اگر آپ چاہتے تو ان کا ناطقہ بند کر سکتے تھے، لیکن اسلام اور نبی رحمت ﷺ کا مزاج یہ نہیں تھا کہ کسی کو اس کی بنیادی ضرورتوں سے محروم کیا جائے، اس لیے آپ نے اناج کی سپلائی جاری رکھنے کا حکم صادر فرمایا۔

جنگی قیدیوں کے ساتھ ماضی میں جو غیر انسانی سلوک کیا جاتا تھا وہ ہم

سے مخفی نہیں ہے اور موجودہ دور میں بھی مہذب دنیا کے لوگ جو ناروا سلوک ان کے ساتھ کر رہے ہیں وہ کسی سے ڈھکی چھپی نہیں ہے، بلکہ یہ کہا جائے کہ ماضی کے مقابلے میں موجودہ دور میں قیدیوں کے ساتھ اور بھی گری ہوئی حرکت کی جارہی ہے کہ جس سے انسانیت شرمسار ہے، مگر مذہب اسلام نے ان کی بھی بنیادی ضرورتوں کا خیال رکھا ہے اور ان کے ساتھ اچھا سلوک کرنے کی تلقین کی ہے۔ اسلام کے اولین معرکہ جنگ بدر میں جب ایسے 70 قیدی گرفتار کر کے لائے گئے، جو مکہ سے بڑے غرور کے ساتھ یہ عزم لے کر نکلے تھے کہ مسلمانوں کو صفحۂ ہستی سے مٹائے بغیر واپس نہیں لوٹیں گے، تاریخ گواہ ہے اور مؤرخین نے جلی حروف میں لکھا ہے کہ ان جنگی قیدیوں کو جب مدینہ لایا گیا تو مدینہ کے مسلمان خود تو کھجوروں پر گزارا کر لیتے تھے، مگر ان قیدیوں کے لیے روٹیاں مہیا کرتے تھے یعنی خود تو روکھا سوکھا کھاتے تھے، مگر ان قیدیوں کے لیے بہترین غذا فراہم کرنے کی کوشش کرتے تھے۔

تحفظِ انسانیت سے متعلق یہ سرسری باتیں آپ کے سامنے پیش کی گئیں۔ آیئے اب ہم اس بات کا جائزہ لیتے ہیں کہ علمائے اہل حدیث کا عمل و موقف اس حوالے سے کیا ہے؟

یہ بات پورے یقین و اعتماد کے ساتھ کہی جاسکتی ہے اور یہی برحق بھی ہے کہ پوری دنیا میں اسلام کے سچے سپاہی اور اسلام کی سچی تعلیمات نیز کتاب و

سنت کو صحیح طریقے سے ماننے اور اپنانے والی کوئی جماعت اگر ہے تو وہ جماعت اہل حدیث ہے، اس کا کوئی بھی عمل و کردار اور قول و فعل اور نظریہ حیات کتاب و سنت سے عاری نہیں ہوتا، اس لیے تحفظِ انسانیت کے حوالے سے بھی علمائے اہل حدیث نے کتاب و سنت کی تعلیمات کو مقدم رکھا ہے۔ انھوں نے دنیا کو حقوقِ انسانی سے روشناس کرایا اور عملی طور پر بھی اس سلسلے میں ان کا کارنامہ انتہائی شاندار رہا ہے۔ تعلیمی و تربیتی میدان میں پیش رفت، انسان کی بنیادی ضرورتوں کی فراہمی، آفاتِ ارضی و سماوی سے پریشان حال لوگوں کی اشک شوئی، فتنہ و فساد اور خوں ریزی کی بیخ کنی اور دہشت گردی کی روک و تھام میں بنیادی کردار ادا کیا ہے۔ تاریخی تسلسل کے ساتھ اگر علمائے اہل حدیث کی خدمات کا محض تذکرہ کیا جائے تو ایک دفتر درکار ہو گا۔ یہاں میں صرف چند اشاروں پر اکتفا کر رہا ہوں۔

اسلام اس بات کا ضامن ہے کہ ہر انسان کو بنیادی حقوق مثلاً خوراک، تعلیم، صحت اور آزادی وغیرہ حاصل ہوں۔ انسانیت کے ان بنیادی حقوق کے لیے شریعتِ اسلامیہ نے بہت سے ضابطے مقرر کیے ہیں اور کتاب و سنت میں جابجا اس کی رہنمائی ملتی ہے۔ علمائے اہل حدیث نے ان تعلیمات کو حرزِ جاں بنایا اور ان جہات میں کافی پیش رفت کی ہے۔ چناں چہ علمائے اہل حدیث کے ذریعہ جگہ جگہ مکاتب و مدارس اور اسکول و کالجز کا انتظام و انصرام اس بات کا

بین ثبوت ہیں کہ نئی نسل کو بہتر انسان بنانے اور ان کے اندر تحفظ کا شعور بیدار کرنے میں علمائے اہل حدیث نے اہم کردار ادا کیا ہے۔ ہمارے مکاتب و اسکول کے دروازے ملک عزیز کے ہر شہری کے لیے ہمیشہ سے کھلے رہے ہیں اور تعلیم کے سلسلے میں کبھی بھی بھید بھاؤ سے کام نہیں لیا گیا اور ایسا بھی نہیں ہے کہ ہمارے مکاتب میں صرف دینی تعلیم کا بندوبست رہا ہو، بلکہ یہاں عصری علوم کا بھی خاطر خواہ انتظام رہتا ہے اور کسی غیر مسلم کے لیے دینی تعلیم کے حصول کو ضروری نہیں قرار دیا جاتا ہے۔

اسی طرح ملک میں امن و آشتی اور بھائی چارے کے ماحول کو قائم رکھنے کے لیے علمائے اہل حدیث نے ہر ممکن کوشش کی ہے۔ ظلم و تشدد، فتنہ و فساد، نفرت و تعصب، سماجی ناہمواری اور عدمِ انصاف کے ہمیشہ خلاف رہے ہیں۔ آئے دن کچھ بیمار قسم کے لوگوں کی جانب سے اسلام اور پیغمبر اسلام پر کیچڑ اچھالنے کی کوشش کی جاتی رہی ہے، جس کا دفاع ضروری ہے اور یہ ہمارا بنیادی حق ہے، مگر ہم مسلمانوں کی جانب سے بالخصوص علمائے اہل حدیث کی جانب سے کبھی بھی کسی دھرم کے معبودوں اور دیوی دیوتاؤں کو گالی گلوج نہیں دی گئی ہے۔

کسی بھی دھرم کی عزت یہاں لوٹی نہیں جاتی
جو بت گر ہیں انھیں بھی گالی دی نہیں جاتی

تن کے گورے، من کے کالے انگریز جو وطن عزیز میں تجارت کرنے آئے تھے، مگر اپنی عیاری و مکاری اور چال بازی کو بروئے کار لاتے ہوئے تاجر سے تاجدار بن گئے اور یہاں کے باشندوں کو اپنا غلام بنانے کے لیے ان کے ساتھ غیر انسانی سلوک کرنے لگے، اس وقت علمائے اہل حدیث نے ان کی اس انسانیت سے گری ہوئی غیر اخلاقی حرکت کو محسوس کیا اور جب انسانیت کو خطرے میں دیکھا تو ان سے مقابلہ کرنے کے لیے تن، من، دھن کی بازی لگا دی اور دامے درمے، قدمے، سخنے ہر طرح سے ان کے خلاف میدان عمل میں کود پڑے اور ان سے جو کچھ بھی ہو سکتا تھا وہ سب کچھ کیا۔ اپنے خطبات اور تقاریر کے ذریعہ آزادی کے لیے عوام کو تیار کیا اور رائے عامہ کو ہموار کرنے کے لیے اخبارات اور جرائد نکالے، خطرات سے بھرے ہوئے اس پُر خار راہ میں جو بھی مصائب آئے انھیں خندہ پیشانی سے برداشت کیا، تختہ دار پر پھانسی کے پھندے کو بھی مسکرا کر گلے لگا لیا اور تحفظِ انسانیت کی خاطر اپنی جان، جان آفریں کے سپرد کر دیا۔ ؎

یہ رتبہ بلند ملا جس کو مل گیا

ہر مدعی کے واسطے دار ورسن کہاں

یہ کوئی لفاظی نہیں بلکہ آزادی ہند میں علمائے اہلِ حدیث کی انتھک جد و جہد، ان کی عظیم قربانیاں اور تحریک ریشمی رومال و تحریک شہیدین وغیرہ اس

کی زندہ مثال ہیں، دریائے شور پار کے مسموم جزیرے اور اس کی کال کوٹھریاں آج بھی اس کی گواہ ہیں، خود دہلی کے گلی، کوچے اور یہاں کی پر شور شاہراہیں آج بھی ان کی تحفظ انسانیت کے لیے دی گئی قربانیوں کی رازداں اور امین ہیں، پورے ملک کے طول و عرض میں اس جماعت کے فرزندوں بالخصوص علماء نے انسانیت کی تحفظ و بقا کی خاطر جتنا خون بہایا ہے اوروں نے اتنا پسینہ بھی نہیں بہایا ہوگا۔ ہمارے ملک کے پہلے وزیرِ اعظم پنڈت جواہر لعل نہرو نے علمائے اہلِ حدیث کی قربانیوں کو خراج عقیدت پیش کرتے ہوئے کہا تھا کہ:

> ”علمائے صادق پور کی قربانیوں کو ایک پلڑے میں رکھ دیا جائے اور پورے ملک کی قربانیوں کو ایک پلڑے میں تب بھی علمائے صادق پور کی قربانیاں سب پر بھاری رہیں گی۔“

علمائے اہل حدیث کی انسانیت نوازی دوستوں اور دشمنوں کے لیے یکساں تھی۔ اس موقع پر میں مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند کے پہلے ناظم عمومی فاتح قادیان، مناظر اسلام علامہ ثناء اللہ امرتسری رحمہ اللہ کے اس واقعے کی طرف اشارہ کرنا چاہوں گا جس کی نظیر کم از کم ان کے ہم عصروں میں کسی کے یہاں نہیں ملتی۔ مولانا رحمہ اللہ پر ۴/ نومبر ۱۹۳۰ء کو خود ان کے شہر امرتسر میں قاتلانہ حملہ ہوا، قمر بیگ نامی شخص نے تیز دھار دار تَبَر سے

حملہ کیا، ضرب اتنی شدید تھی کہ عمامہ وکلاہ کٹ گئے اور سر سخت زخمی ہو گیا، چہرے اور پیشانی پر بھی زخم آیا۔ ۲۷/ جنوری ۱۹۳۸ء کو پولیس حملہ آور کو کلکتہ سے پکڑ کر امرتسر لائی، پھر مقدمہ چلا اور ۱۶/ اپریل ۱۹۳۸ء کو اسے چار سال قید بامشقت کی سزا ہوئی۔ مولانا رحمہ اللہ کی یہ انسانیت نوازی دیکھیے کہ جس نے آپ پر قاتلانہ حملہ کیا تھا اور آپ کو مار ڈالنے کی پوری کوشش کی تھی، وہی جب جیل چلا گیا تو اس کے ایامِ اسیری میں اس کے بیوی بچوں کے لیے مولانا پچاس روپے ماہانہ خفیہ طور سے اس کے گھر پہنچاتے رہے۔ کیا اس قسم کی مثال کہیں مل سکتی ہے؟ اس دنیا میں مختلف مسالک فقہ اور مذاہب سے تعلق رکھنے والے بے شمار علماء اور وِدّوان موجود ہیں، سیاسی لیڈروں کی بھی کمی نہیں ہے، جو بہت سی جماعتوں سے وابستہ ہیں، رفاہ عامہ میں دل چسپی لینے والے ہر جگہ بکثرت مل جاتے ہیں، لیکن مولانا ثناء اللہ امرتسری جیسا صاف دل، جرأت مند اور سچا آدمی کہیں نہیں ملے گا جو قتل کے ارادے سے حملہ کرنے والے کے اہل وعیال کی باقاعدہ مدد کرتا ہے۔ [ماخوذ و مستفاد از: بزم ارجمنداں، ص:۱۸۲۔۱۸۵]

یہ ایک نادر واقعہ بطور نمونہ پیش کیا گیا ہے ورنہ علمائے اہل حدیث کے ایسے بہت سے واقعات ہیں جو انسانی ہمدردی اور انسان دوستی پر واضح اور بین ثبوت ہیں۔ اسی طرح شیخ الکل فی الکل میاں سید نذیر حسین محدث دہلوی،

مولانا ابوالکلام آزاد اور نواب صدیق حسن خاں قنوجی رحمۃ اللہ علیہم وغیرہم کی انسانیت نوازی اور انسانی خدمات بھلائی نہیں جاسکتی ہیں۔ مولانا ابو الکلام آزاد رحمہ اللہ کی انسانیت نوازی کا ایک واقعہ آپ بھی ملاحظہ فرمائیں:

”ایک خاتون مولانا ابو الکلام آزاد رحمہ اللہ کی قبر پر آتی اور دیر تک ان کے لیے دعا کیا کرتی تھی۔ اس بارے میں اس خاتون سے استفسار کیا گیا کہ کیا آپ مولانا آزاد رحمہ اللہ کی کوئی عزیزہ ہیں؟ اس نے جواب دیا نہیں بلکہ جب تقسیم ہند کے وقت فسادات رونما ہوئے تو بہت سے لوگوں نے مولانا کی کوٹھی میں پناہ لی اور کوٹھی ایک کیمپ کی شکل اختیار کر چکی تھی اور تمام لوگوں پر ہونے والا خرچ مولانا آزاد ادا کیا کرتے تھے۔ حالات بہتر ہونے کے بعد میرے سوا تمام لوگ جا چکے تھے تو مولانا نے مجھ سے پوچھا: بہن آپ کون ہیں؟ اپنے گھر کیوں نہیں چلی جاتیں؟ میں نے عرض کی: میرے مکان پر قبضہ ہو چکا، میرے دو بیٹے اس حادثہ میں مر چکے ہیں اور اب اس دنیا میں میرا کوئی نہیں رہا۔ مولانا نے کوشش و جستجو کے بعد مکان واپس دلا دیا اور اس خاتون کا پتہ ڈائری میں نوٹ کر لیا۔ ہر ماہ کی پہلی تاریخ کو مولانا گھر کا ساز و سامان اور کچھ پیسے اسے بھجوایا کرتے تھے۔ جب مولانا آزاد کا انتقال ہوا تو وہ خاتون کہتی ہیں میں نے سوچا کہ اب کیا ہو

گا؟ کچھ دن گزرنے کے بعد ایک شخص آیا اور وہی کچھ ساتھ تھا جو پہلے آیا کرتا تھا۔ اس شخص سے اس بارے میں پوچھا تو اس نے بتلایا: مولانا بہت سے لوگوں کی مدد کیا کرتے تھے اور ان کے نام اور پتے مولانا کی ڈائری میں درج تھے۔ ان کی وفات کے بعد ڈائری جواہر لعل نہرو نے دیکھی تو یہ ذمہ داری قبول کر لی اور اب یہ سب چیزیں انھوں نے بھیجی ہیں اور یہ ہر ماہ ملتی رہیں گی۔" [بزم ارجمنداں، ص:۴۵]

الحمد للہ آج بھی اگر کہیں پر لوگ ارضی و سماوی مصائب سے دو چار ہوتے ہیں یا کہیں کوئی ناگہانی واقعہ پیش آتا ہے تو ہماری مرکزی وصوبائی، ضلعی اور شہری جمعیات بلا تفریق مذہب و ملت ریلیف فنڈ کا اہتمام کرتی ہیں اور ہمارے علمائے کرام بنفس نفیس متاثرہ افراد اور پریشان حال لوگوں کی اشک شوئی کرتے ہیں، ان کے مدد و تعاون میں پیش پیش رہتے ہیں اور عوام کو بھی انسانیت نوازی پر ابھارتے ہیں۔ اسی طرح دینی و جماعتی حمیت و غیرت رکھنے والے صاحبِ ثروت افرادِ اہل حدیث بھی دل کھول کر اپنا تعاون پیش کرتے ہیں۔ یہ کام ماضی میں بھی انتہائی خوش اسلوبی کے ساتھ انجام پاتا رہا ہے اور مجھے امید ہے بلکہ یقین کامل ہے کہ مستقبل میں بھی اللہ کی توفیق سے یہ کام جاری وساری رہے گا۔

اسلام، جہاد اور انقلاب کے نام پر بننے والی جتنی بھی نام نہاد تنظیمیں ہیں

اور ان سے وابستہ افراد جو اسلام کے اصولوں اور پیغمبر اسلام ﷺ کی تعلیمات سے انحراف کرتے ہوئے امن و امان کو تار تار کرتے ہیں، نہتے شہریوں پر حملہ کرتے ہیں، بچوں اور عورتوں پر بمباری کرتے ہیں، املاک کو نقصان پہنچاتے ہیں، جاہل عوام کو حکومت کے خلاف ورغلا کر ملک کے امن وامان کو غارت کرنے کی کوشش کرتے ہیں، خود کلمہ گو مسلمانوں کو محض مسالک کے اختلاف کی بنیاد پر زدوکوب کرتے ہیں اور تکفیر کا خود ساختہ اصول اپنا کر ہر ایک کے خون کو جائز سمجھتے ہیں۔ علمائے اہل حدیث نے ایسی تمام خارجی تنظیموں کی ہمیشہ مخالفت کی ہے، ان کے خلاف فتوے جاری کیے ہیں، ان کے اقدامات کو غیر انسانی اور غیر اسلامی قرار دیا ہے اور انھیں صحیح اسلامی تعلیمات اپنانے اور جہاد کے حقیقی مفہوم اور اس کے شرائط وضوابط کو سمجھنے کی اپیل کی ہے، نیز اس طرح کی کارروائی کرنے والے تمام گروہوں کی مخالفت کی ہے چاہے ان کا تعلق کسی بھی دھرم ومذہب اور مسلک وملت سے رہا ہو۔

ابھی ماضی قریب میں مورخہ ۹ و ۱۰ / مارچ ۲۰۱۸ء کو مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند نے ”قیام امن عالم اور تحفظ انسانیت“ کے عنوان سے دوروزہ عظیم الشان آل انڈیا اہل حدیث کانفرنس کا انعقاد کیا تھا، جس کے صدارتی خطاب میں ہمارے موجودہ امیر محترم فضیلۃ الشیخ مولانا اصغر علی امام مہدی حفظہ اللہ نے علمائے اہل حدیث و مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند کی نمائندگی

کرتے ہوئے تحفظِ انسانیت سے متعلق جن باتوں کا اعلان کیا تھا، انھیں باتوں کا خلاصہ آپ کے سامنے پیش کرکے میں اپنی بات ختم کرنا چاہتا ہوں۔ امیر محترم نے یہ اعلان کیا تھا کہ:

"ہمارا پیغام امنِ عالم کو عام کرنا ہے، اسلام کے معنیٰ امن وسلامتی کے ہیں یہی پیغام تمام مسلمانوں کو بحیثیت خیرِ امت عام کرنا فرض ہے۔ ہم اہل حدیث، عالمی اخوت وبھائی چارہ اور قومی یکجہتی کے علمبردار ہیں۔ اہل حدیثوں نے ملک کی آزادی سے لے کر آج تک تعمیر وترقی میں اپنا کردار نبھایا۔ ہندو، مسلم، سکھ، عیسائی، شیعہ، سنی، بھائی بھائی کا نعرہ وہ آج بھی لگاتی ہے۔ اور وہ کام جس سے نفرت کو ہوا ملے، دہشت گردی کو شہ ملے، اہل حدیث اس کے خلاف اٹھ کھڑے ہوتے ہیں۔ وطن عزیز میں سب سے پہلے ہم نے ہی مختلف اسٹیجوں سے دہشت گردی کا اجتماعی وانفرادی فتویٰ ریلیز کیا، بحیثیت مسلم تنظیم ہم نے آلودگی، شراب نوشی اور تمام طرح کی انسانیت کے لیے نقصان دہ چیزوں سے بچنے کی تلقین، وطن سے محبت اور اس پر مرمٹنے کی عملی وقولی ترغیب وتعلیم دی اور آج بھی ہم اس کے علمبردار ہیں۔

ہم کسی بھی قیمت پر بے راہ روی، لسانی، علاقائی اور عنصری

عصبیات، جنسی تشدد، عریانیت و فحاشی اور بے حیائی و بے شرمی، جمہوری اقدار کی پامالی، عورتوں کی اہانت، لڑکی ہونے کی وجہ سے شکم مادر میں جنین کشی، شراب نوشی، منشیات کی کثرت اور آلودگی کا پھیلاؤ جیسی برائیوں کو وقوع پذیر نہیں ہونے دیں گے۔"

انسانیت کا تحفظ صرف ایک فرد یا صرف ایک ہی مذہب کے ماننے والوں کی ذمہ داری نہیں ہے، بلکہ یہ ایک اجتماعی ذمہ داری ہے، لہٰذا تمام برادرانِ وطن کو آپس میں مل کر اس بات کو یقینی بنانا ہوگا کہ ہر انسان کو اس کے بنیادی حقوق ملیں تاکہ وہ ایک محفوظ اور خوش حال زندگی گزار سکیں، ملک میں امن و آشتی کی فضا قائم ہو، خوف و ہراس کا ماحول نہ بننے پائے کہ ہر کوئی ڈر اور دہشت کی حالت میں زندگی گزارے اور کمزوروں کو ظلم و ستم سے نجات دلانا ہوگا۔

اللہ رب العالمین ہماری حفاظت فرمائے اور خیر کے کاموں میں زیادہ سے زیادہ حصہ لینے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین! و صلی اللّٰہ علی نبیه الکریم